ذکرِ رفتگاں: محمد سلمان منصور پوری

ایک مخلص رفیق کی رحلت

(بیاد: مولانا معزالدین احمد قاسمیؒ)

امارتِ شرعیہ ہند کے ناظم، اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے معتمد، ہمارے مخلص دوست اور قدم قدم پر کام آنے والے معاون ومشیر، جناب مولانا معزالدین احمد صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہٗ گذشتہ ۲۴ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۳ر ستمبر ۲۰۲۰ء بروز اتوار صبح تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ۵۹ر سال کی عمر میں دہلی کے ''میکس اسپتال'' میں رحلت فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اگلے روز صبح نو بجے جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی دفتر میں علماء اور خواص کے مجمع نے حضرت امیر الہند مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری مدظلہم کی اقتداء میں نماز جنازہ اَدا کی، اور اُس کے بعد دلی گیٹ کے عام قبرستان میں نم آنکھوں کے ساتھ آپ کو سپردِ خاک کردیا گیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً۔

مولانا موصوف منفرد صفات کے حامل عالم دین تھے، علمی استعداد خوب تھی، ذہانت اور معاملہ فہمی میں ممتاز تھے۔ خصوصاً دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند اور اُن سے وابستہ اکابر کی تاریخ اور سوانح حیات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اکابر دیوبند کے منہج ومشرب پر پوری طرح ثابت قدم تھے۔ مزاج میں یکسوئی غالب تھی، نام وری، شہرت اور لوگوں کے سامنے نمایاں ہونے کے جذبہ سے بالکل پاک تھے۔ عموماً ذمہ داری قبول کرنے سے گریزاں رہتے تھے؛ لیکن مجبوراً اگر کوئی ذمہ داری سر پڑ جاتی تو حتی الامکان اُسے اَدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنے اَحباب کے ساتھ رواداری اور ہم دردی وخیر خواہی کا مظاہرہ کرتے اور قریبی اعزاء کے ساتھ بے مثال صلہ رحمی کا معاملہ کرتے تھے۔ اگرچہ گھر سے دور ایک طرح سے مسافرانہ زندگی گذارتے؛ مگر اپنے والدین، اہل خانہ اور برادران وغیرہ کی ہر اعتبار سے خبر گیری کرتے تھے، بغیر لاگ لپٹ کے صاف گوئی کے عادی تھے۔ کسی کی بے وزن بات سے ہرگز مرعوب نہ ہوتے؛ بلکہ مضبوط دلائل سے اصلاح کی کوشش کرتے تھے، اگر اُن سے کسی معاملے میں مشورہ لیا جاتا تو خوب غور وفکر کرکے دیانت داری کے ساتھ بہترین مشورہ دیا کرتے تھے، اور پھر اپنے مشورے پر اصرار نہ کرتے؛ بلکہ اگر مشورہ قبول نہ کیا

جاتا تو کسی ناگواری کا اظہار نہ کرتے تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے اُس پر مضبوطی سے قائم رہتے، اور اُس پر کسی لعن وطعن کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اُن کے حلقہ احباب میں اکثر وہی لوگ شامل تھے جو علم وکتاب کے مشغلے سے وابستہ ہوں، فضول مجالس اور بے فائدہ مشاغل سے دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ جمعیۃ علماء کی مختلف النوع سرگرمیوں میں بھی اُسی وقت حصہ لیتے تھے، جب ذمہ داران کی طرف سے انہیں باقاعدہ مکلّف کیا جاتا، اَزخود آگے بڑھنے کا مزاج نہ تھا، حساب وکتاب کا معاملہ بالکل صاف شفاف تھا، بارہا اِس کا تجربہ ہوا، ذاتی معاملہ ہو یا کسی اِدارے کا حساب ہو؛ پائی پائی کا حساب لکھ کر رکھتے تھے۔ وفات سے کچھ دن قبل ''امارتِ شرعیہ'' کا مکمل حساب ایک فائل میں تحریر کر کے رکھ دیا تھا؛ تاکہ کوئی ابہام نہ رہے۔

مدنی دارالمطالعہ طلبہ دارالعلوم دیوبند

موصوف سے ہمارا تعلق تقریباً ۳۸ رسال پر محیط ہے۔ ۱۴۰۲ھ میں ہم دارالعلوم دیوبند میں درجہ چہارم عربی میں داخل ہوئے، جب کہ مولانا معزالدین احمد صاحبؒ نے درجہ پنجم میں داخلہ لیا، وہ ہم سے ایک سال آگے تھے؛ لیکن ''مدنی دارالمطالعہ'' (جو پہلے صوبہ یوپی کے طلبہ کی انجمن تھی، پھر دارالعلوم کی نشأۃ ثانیہ کے بعد اُس کو بلا امتیاز سبھی طلبہ کے لئے عام کر دیا گیا تھا، اور اُس وقت اُس کے نگراں صاحبزادۂ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید اسجد صاحب مدنی مدظلہ تھے، جو حسن اتفاق مولانا معزالدین صاحب کے ہم درس بھی ہیں) کے نظم وانتظام کی ذمہ داری سر پر آئی تو مولانا معزالدین احمد صاحبؒ نے اِس سلسلے میں بیش بہا اور بے لوث خدمات انجام دیں۔ اُس وقت دارالمطالعہ میں کتابیں زیادہ مقدار میں نہ تھیں، اور جو تھیں بھی وہ مرتّب نہ تھیں، عمارت میں نمی کی وجہ سے جلدیں بھی خراب ہو رہی تھیں۔ مولانا معزالدین صاحبؒ نے باقاعدہ نیا رجسٹر چھپوایا، پھر سب کتابوں کو فن وار الگ کر کے رجسٹر میں اُن کا اندراج کیا، حسب ضرورت کتابوں کی جلد سازی کرائی، اور سالوں تک ہر روز باقاعدہ عصر سے مغرب تک دارالمطالعہ کھول کر طلبہ کے لئے استفادہ کی راہ آسان کی، جس سے طلبہ میں مطالعہ کا ذوق عام ہوا۔

''مدنی دارالمطالعہ'' کی طرف سے مختلف علمی وتاریخی موضوعات پر مضمون نگاری کے ''مسابقے'' ہوتے تھے، جس میں شائقین بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور کامیاب ہونے والوں کو سالانہ اجلاس میں انعام سے نوازا جاتا تھا، اور یہ سالانہ پروگرام بھی بہت شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوتا تھا۔

ہم لوگوں نے ''مدنی دارالمطالعہ'' کا ایک نیا شعبہ تقریری مشق کے لئے قائم کیا، جو ''بزم شیخ الاسلام'' کے نام سے موسوم تھا، جس کے حلقے دارالحدیث فوقانی میں ہر ہفتے جمعہ کی نماز کے بعد لگا کرتے تھے، اُن سب کی نگرانی اور تیاری زیادہ تر مولانا موصوف کے سپرد تھی۔

''مدنی دارالمطالعہ'' کا ایک دیواری پرچہ ماہنامہ ''آزاد'' کے نام سے شائع ہوتا تھا، جو الحمدللہ کافی مقبول تھا، اور مضامین اور کتابت وغیرہ کے اعتبار سے ممتاز سمجھا جاتا تھا، اُس کی تیاری میں بھی مولانا موصوف بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ایک مرتبہ اُس کا مطبوعہ ایڈیشن بھی شائع کرایا، جس میں دیگر مضامین کے ساتھ ساتھ خمینی کی کتاب ''کشف الاسرار'' سے وہ اقتباسات بھی جمع کئے گئے تھے، جن میں اسلامی اُصولوں کے خلاف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدترین تبرابازی کی گئی ہے۔

الغرض اُس دور میں بھی مولانا معزالدین صاحبؒ کی پہچان ایک ذی استعداد، فعال، محنتی اور منصوبہ ساز طالب علم کی حیثیت سے ہوتی تھی۔ عربی اور اُردو تحریر بہت پختہ تھی، امتحانات میں اکثر اعلیٰ نمبرات سے پاس ہوتے تھے، جس کی بنا پر اساتذۂ کرام کے منظورِ نظر بن گئے تھے۔

موصوف شعبان ۱۴۰۶ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے، اور شوال ۱۴۰۶ھ سے شعبان ۱۴۰۷ھ تک دارالعلوم میں معین مدرس رہے، اسی درمیان اکتوبر ۱۹۸۶ء کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں ''عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت'' کا انعقاد ہوا، حضرت والد محترم مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری مدظلہم اس اجلاس کے کنوینر تھے، تو اجلاس کی تیاریوں میں موصوف نے حضرت والد صاحب کے معاون کے طور پر کام کیا، جس سے اکابر کے سامنے آپ کی صلاحیتیں مزید نکھر کر سامنے آئیں۔

اِس اجلاس کے موقع پر ہم لوگوں نے ''تحریک ختم نبوت'' اور ''ردقادیانیت'' سے متعلق ایک بڑا معلوماتی چارٹ شائع کیا تھا، جس کی تیاری اور قدیم کتابوں سے مواد فراہمی میں مولانا موصوف کا حصہ سب سے زیادہ تھا، یہ چارٹ بھی بہت مقبول ہوا، اور ملک و بیرونِ ملک میں اُس کی اِفادیت محسوس کی گئی، فالحمدللہ علی ذلک۔

امارتِ شرعیہ ہند سے وابستگی

۲؍نومبر ۱۹۸۶ء کو مدنی ہال (دفتر جمعیۃ علماء ہند) نئی دہلی میں ایک عظیم الشان نمائندہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں ''امارتِ شرعیہ ہند'' کا قیام عمل میں آیا، اور محدثِ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ اُمیرالہند اوّل اور فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ نائب اُمیرالہند منتخب کئے گئے۔

اَب ضرورت تھی کہ مرکزی دفتر کو سرگرم رکھنے کے لئے کوئی ایسا شخص مقرر کیا جائے، جو علمی شغف رکھنے والا ہو اور مسائل سے واقف کار ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں سے ربط ضبط بھی رکھ سکے، چناں چہ فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی نظر انتخاب مولانا معز الدین احمد صاحبؒ پر پڑی، موصوف حضرت والا کے حکم اور اَساتذۂ کرام کے مشورے سے شوال ۱۴۰۷ھ سے دہلی دفتر میں منتقل ہوگئے۔ شروع میں چند سال آپ نے ''مدرسہ حسین بخش'' دہلی میں ''جلالین شریف''، ''اُصول الشاشی'' اور ''نور الانوار'' وغیرہ کتابیں پڑھائیں؛ لیکن بعد میں ۱۹۹۳ء سے مصروفیت کے سبب یہ تدریسی سلسلہ باقی نہیں رہ سکا۔

''امارتِ شرعیہ ہند'' کے کاموں کو منظم اور مرتب کرنے میں موصوف کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ امارتِ شرعیہ کی ضرورت واَہمیت پر رسائل اور مضامین شائع کرائے، ملک کے طول وعرض کے دورے کئے، اور جابجا ''محاکم شرعیہ'' کے تربیتی کیمپ بحسن وخوبی منعقد کئے۔

جہاں جہاں بھی کام ہو رہا تھا، موصوف اُن سے ربط رکھتے اور رپورٹ منگواتے تھے، اور کبھی کبھار کوئی استفتاء آ جاتا، تو مفتیان کے مشورے سے فتویٰ بھی تحریر کرتے تھے۔

موصوف کو حضرت امیر الہند اول حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کے دور امارت میں تقریباً ۴/سال، اَمیر الہند ثانی فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ کے دور میں ۱۴/سال، اَمیر الہند ثالث حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ کے دور میں ۴/سال اور اَمیر الہند رابع حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم کے دور میں ۱۰/سال کام کرنے کا موقع ملا، اور سب کا مکمل اعتماد آپ کو حاصل رہا۔

رویت ہلال کا اہتمام

شروع ہی سے امارتِ شرعیہ ہند کی ''رویت ہلال کمیٹی'' کا ۱۲/مہینے ہر ماہ ۲۹/تاریخ کو مرکزی دفتر میں اجلاس منعقد کرکے چاند کا اعلان کیا جاتا ہے، مولانا موصوف اس اجلاس اور اعلان کا بڑا اہتمام رکھتے تھے۔ اگر دہلی میں موجود نہ ہوتے تو بھی کسی کو مکلف کرکے جاتے، اور برابر فون پر رابطہ رکھتے تھے، اور شرعی اُصول وضوابط کے موافق پوری تحقیق کے بعد اعلان کرایا کرتے تھے۔ اور مسلسل کام کرتے کرتے اُن کو ایسا تجربہ ہوگیا تھا کہ اندازہ لگالیتے کہ اِس مرتبہ چاند ۲۹/کا ہوگا یا ۳۰/کا، اور اکثر اُن کا اندازہ درست نکلتا

تھا۔اِس اہتمام کی بدولت چاند کے بارے میں ''امارتِ شرعیہ ہند'' کے اعلان کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے،اور اِس کی وجہ سے کافی حد تک اپنے طبقے میں انتشار میں کمی آئی ہے، فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

اِدارۃ المباحث الفقہیہ

۱۹۹۰ء میں جب جمعیۃ علماء ہند کے علمی شعبے ''اِدارۃ المباحث الفقہیۃ'' کی نشأۃ ثانیہ ہوئی،اور فقہی اجتماعات کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا،تو حضرت فدائے ملتؒ نے مولانا موصوف کو اُس کی ذمہ داری سپرد کی۔ یہ ایک اہم کام تھا،جس کا پہلے سے کوئی تجربہ بھی نہ تھا؛ تاہم مولانا معزالدین احمد صاحبؒ نے اپنے اَحباب کے ساتھ مل کر بحسن وخوبی یہ ذمہ داری انجام دی۔

ہمیں یاد ہے کہ فروری ۱۹۹۱ء میں جب دیوبند میں **''غیر سودی رفاہی اِداروں اور سوسائٹیوں''** کے موضوع پر پہلا فقہی اجتماع منعقد ہوا،تو ہم لوگ تقریباً ایک ہفتہ پہلے اجتماع کی تیاری کے لئے دیوبند پہنچ گئے تھے،اور اُس وقت کمپیوٹر کا رواج عام نہ تھا،اِس لئے مقالہ جات کی تلخیص بھی ہاتھ سے لکھ کر کی گئی تھی،اور کئی دن رات کی مسلسل محنت کے بعد جب تلخیص تیار ہوئی،تو سبھی مدعوین کی خدمت میں اُسے پیش کرنے کے لئے فوٹو اسٹیٹ کاپیاں کرائی گئیں،اُس وقت دیوبند میں ''فوٹو اسٹیٹ مشین'' قلعے والی مسجد کے سامنے ایک غیر مسلم دوکان دار کے پاس تھی،مولانا موصوف خود اُس کی دوکان پر جاتے اور گھنٹوں بیٹھ کر اپنے سامنے مقالہ جات اور تلخیص وغیرہ کی کاپیاں کراتے تھے۔

اُن کی زندگی میں ''ادارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند'' کے زیراہتمام ملک کے مختلف مقامات پر ۱۵؍فقہی اجتماعات پوری کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئے،اور سبھی میں مرکزی کردار مولانا موصوف نے اَدا کیا۔موضوعات کا انتخاب،سوالات کی تیاری،اکابر اَساتذہ ومفتیانِ کرام سے استصواب،اور پھر مدعوین تک اُنہیں اِرسال کرنا،اور وقت کے اندر اندر مقالات منگوانا،اور پھر اُن کی تلخیص کرا کر اجتماع میں پیش کرنا اور اجتماع سے متعلق ابتداء سے انتہاء تک تمام اُمور کی نگرانی کرنا؛ یہ سب اُمور مولانا موصوف جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے مقرر کردہ فقہی کمیٹی (جس میں دارالعلوم دیوبند، مدرسہ شاہی مرادآباد اور جامعہ اسلامیہ جامع مسجد اَمروہہ کے مفتیانِ کرام اور اَساتذہ شامل ہیں) کے مشورے اور تعاون سے پوری توجہ سے انجام دیتے تھے۔سولہویں فقہی اجتماع کی بھی تیاریاں مکمل تھیں، جسے ۱۸-۲۰؍مارچ ۲۰۲۰ء کو دہلی میں

منعقد ہونا تھا؛ لیکن لاک ڈاؤن کی وجہ سے اُسے ملتوی کردیا گیا، اَب اِن شاء اللہ تعالیٰ حالات درست ہونے کے بعد اُس کا انعقاد ہوگا؛ لیکن بہر حال مولانا موصوف کی کمی شدت سے محسوس کی جائے گی۔

جمعیۃ علماء ہند سے وابستگی

مولانا موصوف کا پورا خانوادہ ذہنی طور پر جمعیۃ علماء ہند اور اُس کی فکر سے وابستہ تھا۔ یہی اثرات مولانا موصوف میں بھی منتقل ہوئے، چناں چہ آپ نے جمعیۃ دفتر میں رہتے ہوئے جمعیۃ علماء ہند کی کسی بھی خدمت سے گریز نہیں کیا، اور وقتاً فوقتاً موصوف کو جس کام کا مکلّف کیا گیا، اُس کو سرانجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ آپ کو دفتر میں اولاً حضرت مولانا سید اسجد صاحب مدنی مدظلہم کے ساتھ کام کا موقع ملا، متعدد فقہی اجتماعات اور دیگر اہم پروگرام اُن کے دور میں منعقد ہوئے۔ اور بعد میں حضرت مولانا سید محمود اسعد صاحب مدنی مدظلہ کے دست وبازو بن کر آپ نے خدمات پیش کیں۔

''تحفظ سنت کانفرنس'' (منعقدہ: ۲۰۰۱ء بمقام: تال کٹورا اسٹیڈیم نئی دہلی) میں علمی مقالات کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری مولانا ہی کے سپرد تھی۔ اسی طرح ''فدائے ملت سیمینار'' (منعقدہ: ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء بمقام: وگیان بھون نئی دہلی) کی تیاری میں بھی مولانا نے اَنتھک محنت کی، اسی موقع پر موصوف نے حضرت فدائے ملتؒ کے تمام خطبات جمع کرکے ''خطباتِ فدائے ملتؒ'' کے نام سے ایک ضخیم مجموعہ شائع کیا۔

اُس کے بعد جب مجلس عاملہ نے جمعیۃ کی ''صد سالہ تقریبات'' کے انعقاد کا فیصلہ کیا، تو موصوف ہی کے مشورے پر اکابر کے نام پر سیمینار کرانے کا فیصلہ لیا گیا، اور سیمینار کمیٹی کا کنوینر مولانا کو بنایا گیا۔ چناں چہ مولانا کی ذاتی توجہ سے متعدد شخصیات پر عظیم الشان سیمینار منعقد ہوئے، اور اُن کے مقالے بھی بحمدہ تعالیٰ شائع ہوگئے، جو بڑی دستاویزی حیثیت رکھتے ہیں؛ تاہم ابھی کئی سیمینار منصوبے میں شامل ہیں۔

اِسی طرح بڑے اجلاسوں کے موقع پر اکثر ''اسٹیج پاس'' تقسیم کرنے کی ذمہ داری مولانا معزالدین احمد صاحبؒ کو دی جاتی، جسے موصوف بلاکسی رورعایت کے مقررہ ضابطہ اور اکابر کے حکم کے مطابق انجام دیتے تھے۔

موصوف کو نومبر ۲۰۱۶ء باقاعدہ جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا گیا، اس کے بعد سے مجلس میں اکثر کارروائی آپ ہی لکھتے تھے، اور اہم موضوعات پر اپنی رائے مدلل انداز میں رکھا کرتے تھے، جس کی اَراکین قدر کرتے تھے۔

مطالعہ کتب کا ذوق

کتابوں سے مولانا موصوف کو عشق کے درجہ کا تعلق تھا، ضرورت کی جو کتاب نظر پڑ جاتی، اُسے حاصل کیے بغیر اُنہیں چین ہی نہ آتا تھا، دہلی آنے کے بعد جمعیۃ علماء ہند کی ''محمودیہ لائبریری'' پوری چھان ماری؛ حتیٰ کہ ''الجمعیۃ'' کے جو پرانے فائل ہیں، اُن کا بھی بڑا حصہ مطالعہ کرڈالا، اسی کا اثر تھا کہ اس وقت جمعیۃ کی تاریخ پر موصوف کی جتنی نظر تھی، شاید ہی کسی کی ہو۔

دفتر میں اُن کا کمرہ رہائش کم اور لائبریری کا منظر زیادہ پیش کرتا تھا، جس میں عربی اُردو فارسی کی ہر موضوع کی کتابیں اور نادر ونایاب رسائل کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جس میں تفسیر، حدیث، فقہ اور ردِّ فرقِ باطلہ وغیرہ کے علاوہ سیر وسوانح؛ حتیٰ کہ مشہور شاعروں کی کلیات بڑی تعداد میں جمع ہیں۔ کتابیں رفتہ رفتہ اتنی زیادہ جمع ہوگئی تھیں کہ لیٹنے بیٹھنے کی جگہ تنگ پڑ گئی تھی۔ اسی منظر کو دیکھ کر ایک مرتبہ حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: **''معزالدین تو کتابوں کا قارون ہورہا ہے''**۔ ہمیں بھی اگر کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو یا تو مطبوعہ حاصل کرکے فراہم کرتے یا تلاش کرکے **PDF** کی صورت میں موبائل میں بھیجنے کا اہتمام کرتے تھے۔

ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ سرسری مطالعے کے قائل نہ تھے، جو بھی مطالعہ کرتے پوری گیرائی سے کرتے، عموماً مسودوں پر نظر ڈالتے وقت ہم لوگوں سے غلطیاں رہ جاتیں؛ لیکن جب وہ نظر ڈالتے، تو کتابت اور تعبیر کی بہت سی غلطیوں کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ حسن اتفاق کہ کتابوں کا یہی اعلیٰ ذوق اُن کے لئے بہترین ذریعہ معاش بھی بن گیا، موصوف لوگوں کی فرمائش پر مناسب ریٹ پر کتابوں کی طباعت کراتے تھے۔ کاغذ کے تاجروں اور متعدد پریس والوں سے موصوف کے اچھے روابط تھے۔

ذاتی تعلق

فکری ہم آہنگی اور مسلسل ساتھ میں کام کرنے کی وجہ سے ہمارے پورے گھرانے کا تعلق موصوف سے اس قدر زیادہ ہوگیا تھا کہ ہمارے بچے موصوف کو ''بڑے ابی'' کہہ کر پکارتے تھے۔ اور ہمارے والدین محترمین مدظلہما بھی اُن کے اور اُن کے بچوں کے ساتھ اپنی اولاد جیسا معاملہ کرتے تھے۔ دہلی میں موصوف کا کمرہ ہم لوگوں کے لئے گویا کہ گھر کے ایک حصے کی حیثیت رکھتا تھا، جہاں پہنچ کر کوئی اجنبیت

محسوس نہ ہوتی تھی۔ موصوف کی دعوت پر نہ جانے کتنی بار اُن کے وطن مالوف ''دتلو پور'' (بلرام پور) جانا ہوا، اُن کی خواہش رہتی تھی کہ اُن کے خاندان کی کوئی تقریب ہم لوگوں کی نمائندگی کے بغیر منعقد نہ ہو۔ چناں چہ حضرت والد صاحب مدظلہ یا احقر یا برادر عزیز مفتی محمد عفان سلمہ میں سے کوئی نہ کوئی تقریب میں ضرور شریک ہوتا تھا۔ اور یہ ممکن نہیں تھا کہ مولانا موصوف کی دعوت کو رد کر دیا جائے؛ کیوں کہ اُن کی ناراضگی کا ڈر رہتا تھا۔ ابھی ''لاک ڈاؤن'' سے قبل ۱۴؍مارچ کو مولانا کے برادر اصغر جناب مولانا مفتی وحید الدین صاحب زید مجدہ مفتی و اُستاذ حدیث دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر گجرات کی صاحب زادی کا عقد تھا، تو موصوف کی خواہش پر اسی غرض سے ایک دن کا ترکیسر کا سفر ہوا، کیا پتہ تھا کہ اُن کے ساتھ یہی یادگار سفر آخری بن جائے گا۔

علمی تعاون

شوال المکرم ۱۴۱۰ھ میں ہم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد آ گئے، اور کچھ عرصے کے بعد ماہنامہ ''ندائے شاہی'' کی ترتیب کی ذمہ داری بھی سر آ گئی، پھر اُس کے بعد مخدومِ محترم حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد کے حکم پر ''ندائے شاہی'' کے ''تاریخ شاہی نمبر'' کی اِشاعت کا پروگرام بنا، اُس کے لئے مواد اکٹھا کرنا ایک بڑا محنت طلب کام تھا، جو مدرسہ کے ریکارڈ میں معلومات تھیں، وہ تو یہیں سے مرتب کر لی گئیں؛ لیکن مدرسہ سے وابستہ شخصیات کے بارے میں، بہت سے وقیع مضامین اور دستاویزات مولانا معز الدین صاحب کے ذریعہ حاصل ہوئیں، اور کئی اہم مضامین موصوف نے خود تحریر کئے۔ پھر اِس ضخیم نمبر کے بعض مضامین کی کمپیوٹر کتابت اور طباعت میں بھی غیر معمولی تعاون کیا، جس کو اَلفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے دہلی میں رہ کر کتنی راتیں اور کتنے ہی دن مولانا کے ساتھ گذارے اور لگ لپٹ کر اس تاریخی نمبر کو وقت پر شائع کیا۔

اِسی طرح جب ندائے شاہی کے ''نعت النبی نمبر'' کی اِشاعت کا مرحلہ آیا، تو موصوف نے نہ جانے کہاں کہاں سے مواد جمع کر کے پیش کیا، جہاں تک ہماری رسائی بھی مشکل تھی۔ پھر اُس کی طباعت و اِشاعت میں بھی قدم قدم پر تعاون کیا۔ نیز ''حج و زیارت نمبر'' اور ''فدائے ملت نمبر'' کی تیاری اور طباعت میں بھی موصوف کا بڑا اہم حصہ رہا۔

نیز جب ندائے شاہی میں ''تحریک آزادی ہند کے متعلق'' احقر کا قسط وار مضمون شائع ہوا، تو اُس

کی جب کتابی شکل میں اشاعت کا مرحلہ آیا، تو احقر کی گذارش پر مولانا معزالدین احمد صاحب نے اس مضمون میں آمدہ شخصیات کا جامع تعارف ضمیمہ کے طور پر شامل کیا، جو بڑی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔

علاوہ ازیں احقر کی دیگر تالیفات بالخصوص ''کتاب المسائل'' (۵/جلدیں) اور ''کتاب النوازل'' (۱۹/جلدیں) کی فرید بک ڈپو دہلی سے طباعت و اشاعت میں مولانا موصوف نے ذاتی دلچسپی لی اور بہت معیاری انداز میں ان کتابوں کو شائع کرایا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

خلاصہ یہ کہ ہم لوگوں پر موصوف کے بے شمار احسانات ہیں، جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ضرور ملے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اُن کی یہ محبت خالصۃً لوجہ اللہ تھی، جس میں دور دور تک دنیوی طمع کا دخل نہ تھا، بلاشبہ ایسی بے لوث مخلصانہ محبت کرنے والے لوگ دنیا میں بہت کم یاب ہیں۔ موصوف کی عنایتیں رہ رہ کر یاد آئیں گی، اور اُن کی کمی برابر محسوس کی جاتی رہے گی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

حرمین شریفین حاضری سے شغف

مولانا موصوف کو ''حرمین شریفین'' کی حاضری سے بھی بڑا شغف تھا، کم و بیش بیس سال سے رمضان المبارک میں عمرہ اور آخری عشرے میں مسجد نبوی مدینہ منورہ میں اعتکاف کا معمول تھا، اور وہاں کا پورا وقت مسلسل عبادت و ریاضت میں گذارا کرتے تھے۔ ابھی مارچ کے اواخر میں بھی بچوں کے ساتھ عمرہ کا پروگرام تھا، جو لاک ڈاؤن کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔

اس دوران تین حج بھی کیے، پہلا حج ۱۹۹۶ء میں اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ کیا، حسن اتفاق کہ اُس قافلے میں ہم مع اہلیہ اور عزیزم مفتی محمد عفان سلمہ بھی شامل تھے۔ حرم کے قریب ہی ''محلہ اجیاد'' میں حج کمیٹی کی ایک بلڈنگ میں ہم لوگوں کا قیام تھا، مولانا موصوف کا مسلسل یہ معمول رہا کہ ظہر سے قبل کھانا کھا کر حرم شریف چلے جاتے، اور پھر عشاء کے بعد واپس ہوتے تھے، حسب موقع بکثرت عمرہ کرنے کا بھی اہتمام تھا۔

دوسرا حج ۲۰۰۳ء میں اور تیسرا سفرِ حج ۲۰۱۵ء میں کیا، جس میں ۱۰/ذی الحجہ کو منیٰ کے حادثے میں بھیڑ کے نرغے میں آکر بے ہوش ہو گئے تھے، تقریباً ۲۰/گھنٹے بے ہوش رہنے کے بعد ہوش آیا تھا، ہم لوگ مکہ معظمہ کے مختلف اسپتالوں میں موصوف کی تلاش میں چکر لگاتے رہے، اور بظاہر بالکل نا اُمیدی کی صورت ہو گئی تھی؛ تا آں کہ ۱۲/ذی الحجہ کو میدانِ عرفات کے اسپتال سے آپ کو مکہ معظمہ کی قیام گاہ پر پہنچایا

گیا، اِس حادثے کا آپ کی طبیعت پر بہت منفی اثر پڑا، شوگر کا عارضہ پہلے سے تھا، چناں چہ ہندوستان واپسی کے بعد بھی سنبھلنے میں کافی وقت لگ گیا، اور اندرونی طور پر کمزوری برقرار رہی؛ البتہ موصوف حسب معمول مفوضہ اُمور انجام دیتے رہے۔

مرض الوفات

اگست ۲۰۲۰ء کے اواخر سے موصوف کو کچھ دن بخار آیا، اور پیٹ کی تکلیف ہوئی، جس کی وجہ سے غذا بالکل بند ہوگئی اور کمزوری بہت بڑھ گئی؛ تا آں کہ ۲؍ستمبر ۲۰۲۰ء کی شام کو اِس قدر کمزوری ہوئی کہ بغیر سہارے کے اُٹھنا بھی مشکل ہوگیا، آکسیجن دیکھا گیا تو اُس کا لیول تشویش ناک حد تک بہت کم تھا؛ جب کہ شوگر بڑھ کر ۶۰۰؍کے قریب ہوگئی تھی، اور بلڈ پریشر بھی ہائی تھا، فوری طور پر کمرے میں ہی آکسیجن دیا گیا؛ لیکن طبیعت میں زیادہ سدھار نہیں ہوا، اِس لئے مجبوراً رات ہی میں دہلی کے معروف ''میکس اسپتال ساکیت'' میں داخل کیا گیا، اگلے دن جمعرات کو طبیعت کافی بہتر رہی، اور حالت اُمید افزا معلوم ہونے لگی، اسپتال سے ٹیلی فون پر بات بھی کرتے رہے؛ لیکن جمعہ کے دن دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد دل کا دورہ پڑا، جس سے حالت غیر ہوگئی، فوری طور پر بہتر سے بہتر علاج کیا گیا؛ لیکن کمزوری بڑھتی چلی گئی؛ بالآخر ''کووڈ وارڈ'' میں منتقل ہونے کے بعد ''وینٹی لیٹر'' پر رکھا گیا، اور بے ہوشی کی حالت طاری ہوگئی، اِسی حالت میں ۱۳؍ستمبر ۲۰۲۰ء بروز اتوار صبح ساڑھے آٹھ بجے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

طبیعت کی خرابی سن کر موصوف کے والد محترم حضرت مولانا عبدالحمید صاحب قاسمی مدظلہم اور دیگر اعزاء وطن دتلو پور (گونڈہ بلرام پور) یوپی سے روانہ ہوچکے تھے، اِس لئے اُن کا انتظار کرتے ہوئے اگلے دن ۱۴؍ستمبر کی صبح کو ''جمعیۃ یوتھ کلب'' کی ٹیم (جو وبائی مریضوں کی خدمت اور اَموات کی تجہیز وتکفین کے لئے تشکیل دی گئی ہے) کی نگرانی میں مولانا موصوف کی میت اسپتال سے جمعیۃ علماء ہند کے دفتر لائی گئی، پھر سنت کے مطابق غسل اور تجہیز وتکفین کر کے نماز جنازہ اَدا کی گئی۔ کافی لوگ جنازے میں شامل ہوئے، بعد اَزاں ''دلی گیٹ'' کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو غریق رحمت فرمائیں، اُن کی خدمات کو بے حد قبول فرمائیں، اُن کی سیئات کو حسنات میں مبدل فرمائیں، متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں، اور بچوں کی غیب سے کفالت فرمائیں، اور اُمت کو اُن کے نعم البدل سے نوازیں، آمین۔

□□□